اسلام اور جمہوریت

روبن رائٹ / مسلم سجاد

"اسلام اور جمہوریت" اور "مسلم ممالک میں جمہوریت کا حال اور مستقبل" کے مباحث آج مسلمانوں میں بھی شدت سے زیر بحث ہیں' مغربی ممالک میں بھی یہ مباحث فکری بھی ہیں اور عملی بھی۔

مسلمانوں میں ایک طرز فکر یہ ہے کہ جمہوریت کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ یہ اپنے ظاہر و باطن کے لحاظ سے ایک شیطانی و لادینی فلسفہ و نظام ہے۔ اسلامی جمہوریت ایک لایعنی اور مجموعہ اضداد ترکیب ہے۔ مسلمانوں کے مزاج و روایات سے اس کا کوئی جوڑ نہیں۔ جمہوریت میں بندوں کو تولا نہیں گنا جاتا ہے' جبکہ قرآن نے واضح کردیا ہے کہ "اکثریت جاہل اور گمراہ ہوتی ہے۔" اگر اسلام میں جمہوریت کی گنجایش ہو بھی' تو یہ عملاً ناکام ہو چکی ہے۔ دوسری طرف یہ طرز فکر ہے کہ جمہوریت تو ایک نظام ہے جو تمدنِ انسانی کو بہتر انداز سے چلانے کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ اگر یہ حاکمیتِ الٰہی کے تابع ہو تو اسلامی جمہوریت کی اصطلاح بالکل بجا ہے' اور خلافت و شورائیت کی حامل ۔ اور اس میں کتنے ہی نقائص ہوں' آج کے دور میں یہی سب سے بہتر نظام ہے۔

ایک زندہ تہذیب کی روایات کے مطابق جمہوریت پر شدید نقد و نظر کے باوجود' مغرب تو ہے ہی جمہوریت کا علمبردار' لیکن وہاں بھی اس حوالے سے دو طرزِ فکر ہیں۔ ایک طرف یہ کہ اسلام کی تعلیمات' مسلمانوں کا مزاج' اور ان کی روایات و تاریخ' جمہوریت کی روح اور فلسفہ اور اس کے نظام کے یکسر منافی ہیں۔ اس لیے مسلمان نہ جمہوریت قبول کرسکتے ہیں' نہ یہ ان کے ہاں چل سکتی ہے۔ اگر احیائے اسلام کے علمبردار جمہوریت کا راگ الاپتے ہیں اور جمہوری انتخابات میں حصہ لیتے ہیں' تو ان کا مقصد صرف ایک دفعہ برسرِاقتدار آجانا ہے۔ حصول اقتدار کے بعد وہ جمہوریت کی بساط لپیٹ کر رکھ دیں گے۔ اس دلیل کے پیچھے فکری سے زیادہ سیاسی محرک ہے' کہ

لیکن دراصل یہ اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ انتہا پسندی' تحریکوں کو مہنگی پڑی ہے۔ (۳) اسلامسٹوں نے محسوس کرلیا ہے کہ ۹۰ کا عشرہ مل جل کر رہنے کا زمانہ ہے۔ اب وہ ہر ناپسندیدہ چیز کو مٹا دینا نہیں چاہتے۔ اپنے معاشروں میں مغربی تصورات پر عمل کے ناکام تجربات کے بعد اب اسلامسٹ تعمیری متبادل پیش کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ وہ اپنی اخلاقی اقدار کو جدید زندگی کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ "سب مسائل کا حل اسلام ہی ہے۔" کا نعرہ تو ہو سکتا ہے لیکن بہرحال ایک ناکافی بات ہے۔(۳)

اسلامسٹوں کو نہایت نازک چیلنج درپیش ہے۔ بین الاقوامی ماحول ان کے لیے سازگار نہیں ہے۔ پُرتشدد واقعات نے مغربی نقطۂ نظر کو متاثر کر رکھا ہے۔ دلائل کے برخلاف' غلط طور پر ہی سہی' اسلام کو اصلاً انتہا پسند سمجھا جارہا ہے۔ مختلف طرح کی تحریکوں کو ایک ہی قرار دیا جارہا ہے۔

ہم دو دُور دراز علاقوں میں اسلام کی فعالیت کا مطالعہ کریں گے۔ شمالی افریقہ میں الجیریا' اور وسط ایشیا میں مسلم ریاستیں۔ دونوں جگہ اسلام سوشلسٹ نظام کے لیے چیلنج بن کر ابھرا ہے۔

الجیریا کی مثال

الجیریا اسلام اور جمہوریت کے ساتھ ساتھ چلنے کا اولین ٹیسٹ کیس بن گیا ہے۔ وہاں انتخابات میں عوام کے سامنے سابقہ حکومت کی تیس سالہ کارکردگی' اور اس کے بالمقابل اسلامک فرنٹ کی توانا اور دیانتدارانہ قیادت تھی۔ انھوں نے سابقہ حکمرانوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے کھل کر اسلامک فرنٹ کو ووٹ دیا۔ پہلے مرحلہ میں اسے ۲۳۱ میں سے ۱۸۸ نشستیں حاصل ہوگئیں۔ مکمل اکثریت حاصل کرنے میں صرف ۲۸ کم تھیں' جو صاف نظر آرہا تھا کہ دوسرے مرحلہ میں یقیناً مل جائیں گی۔ ایرانی انقلاب کے بعد کسی اسلامی پارٹی نے مخالف حکومت کو جمہوری ذرائع سے شکست دے کر اتنی شاندار فتح حاصل نہ کی تھی۔ لیکن دنیا کی اس پہلی اسلامی جمہوریت کو کام کرنے کا موقع ہی نہیں دیا گیا۔ دوسرے مرحلہ سے پانچ روز پہلے شاذلی بن جدید سے استعفیٰ لے کر وزیر دفاع کی سربراہی میں اعلیٰ اسٹیٹ کونسل قائم کردی گئی۔ اسلامک فرنٹ پر پابندی لگا دی گئی۔ اس کے نو ہزار ہمدرد' اور بعض ذرائع کے مطابق تیس ہزار گرفتار کرکے صحرا کی شدید گرمی میں کیمپوں میں پہنچا دیے گئے۔ درجنوں میئر اور اسمبلی کے تمام جیتے ہوئے ممبران اس میں شامل تھے۔ ان میں ہزاروں ائمہ بھی تھے۔ نو ہزار مسجدوں میں سے چالیس فیصد کے امام ہٹا دیے گئے۔

ان اقدامات کا ہدف تو اسلامک فرنٹ تھا' لیکن اصل شکار جمہوریت۔ اس کُو (Coup) کی

ناکامی اسی طرح مقدر ہے جس طرح ماسکو والے کُو کی تھی۔ بس یہاں اسلامسٹوں نے غیر معمولی نظم و ضبط کا مظاہرہ کیا ہے اور حکومت کی جانب سے خونریزی کی ہر کوشش کو روکنے کی کوشش کی ہے۔

مغرب کے رویے اور پالیسی نے ثابت کردیا کہ وہ حقوق اور آزادی کے کتنے ہی گُن گائے' اگر اسلامی جمہوریت سے واسطہ پیش آنے لگے تو وہ پولیس اسٹیٹ کو اس پر ترجیح دیں گے۔ مغرب کی جانب سے عدم مذمت (بلکہ امداد) نے فوجی ٹولے کے حوصلے بڑھادیئے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی جمہوریت کے تجربہ کے لیے الجیریا بہترین ملک تھا۔ وہ مغرب سے قریب اور متاثر ہے۔ ان کا اصل مطالبہ شریعت کا نفاذ تھا۔ آخر پاکستان اور سعودی عرب میں اسلامی قوانین نافذ ہیں اور وہ مغرب کے مفاد سے ٹکراتے بھی نہیں۔(۵) صدارتی انتخاب ۱۹۹۳ تک ہونے تھے' اور یہ نئی حکومت کو قابو میں رکھنے کے لیے ایک موثر صورت تھی۔ آخری بات یہ ہے کہ اسلامسٹوں کی حکومت بنا کر انھیں جوابدہ بنانا' ان کو خفیہ سرگرمیوں پر مجبور کرنے کے مقابلے میں قابل ترجیح ہونا چاہیے تھا۔

اب بہت وقت گزر چکا ہے۔ الجیریا میں بالآخر اسلامسٹ ہی غالب رہیں گے۔ مغرب کے لیے اصل خطرہ یہ ہے کہ فوجی حکمرانوں پر دباؤ ڈالنے یا اس کی مذمت کرنے میں پس و پیش کو اس کی اسلام دشمنی پر محمول کیا جائے گا۔ اس کے اثرات الجیریا سے باہر بھی ہوں گے۔

وسط ایشیا میں احیائے اسلام

وسط ایشیا کی مسلم ریاستوں میں' سیاسی ارتقا کے حوالے سے "احیائے اسلام پارٹی" کی شاخیں سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ ۱۹۹۱ میں یہ ماسکو میں رجسٹر ہوگئی ہے۔ لیکن اسلام کے سیاسی قوت بننے کے خوف کی وجہ سے پانچ میں سے چار ریاستوں میں اس پر پابندی ہے۔

۱۹۹۵ میں سوویت عہد کے بعد پہلے عام انتخابات ہوں گے۔ اس موقع پر غیر معمولی سیاسی تبدیلیاں متوقع ہیں۔ پانچوں ریاستوں میں کیمونسٹوں کا' جو نئے ناموں سے سامنے آرہے ہیں' جمہوریت پسندوں اور اسلامسٹوں سے مقابلہ ہوگا۔ وسط ایشیا کے کیمونسٹ مشرقی یورپ سے سبق حاصل کر کے سیاسی نظام میں آزادی دیتے نظر نہیں آرہے۔ معاشی آزادی کے وعدوں کے باوجود' بیش قیمت سرکاری املاک' جو ان کی قوت کی بنیاد ہیں' ابھی تک فروخت نہیں کی گئی ہیں۔

دیگر مسلم معاشروں کے برخلاف اس علاقے کے مسلمانوں کا جمہوریت سے بالواسطہ یا بلاواسطہ کوئی سابقہ نہیں رہا ہے۔ تاجکستان اور ازبکستان میں تعلیم یافتہ افراد کی نہایت قلیل تعداد جمہوری

پارٹیوں کی طرف متوجہ ہے' لیکن ڈیڑھ سو سال کے نو آبادیاتی دور کے بعد یہاں کے مسلمان فطری طور پر اپنی اصل تہذیبی بنیادوں کی طرف پلٹ رہے ہیں۔ روسی زبان کے بجائے ترکی اور فارسی زبان اختیار کر رہے ہیں۔ یہ واضح ہے کہ مستقبل کی تشکیل میں اسلام کو اہم حصہ ادا کرنا ہے۔

ان ریاستوں میں ایک تو اس اسلام کے آثار ہیں جو سوویت دور میں بھی موجود تھا' اسے سرکاری اسلام کہا جاسکتا ہے۔ اور دوسرا عوامی اسلام ہے' جو ستر کے عشرے سے زیرزمین مذہبی سرگرمیوں اور خفیہ مساجد کی صورت میں تھا' اور اب احیائے اسلام کی شکل میں کھل کر سامنے آگیا ہے۔

اس وقت احیائے اسلام پارٹی کے اہداف' سیاسی' معاشی اور مذہبی دائروں میں کیمونسٹ غلبہ کا خاتمہ' اسلامی تہذیب کی بحالی' اور شراب' منشیات اور قحبہ گری پر پابندی تک محدود ہیں۔ وہ شریعت کے قانون کو نافذ کروانا چاہتے ہیں' لیکن کوئی تھیوکریسی یا ایرانی ماڈل کی اسلامی جمہوریہ نہیں چاہتے۔ تاجکستان کے اسلامی رہنما نے ایرانی ماڈل کو مسترد کیا اور انقلابی اسلامی ریاستوں کے بارے میں مغرب اور روس کے اندیشوں کو بے بنیاد قرار دیا۔

گزشتہ سال وسط ایشیا اور شمالی افریقہ کے اسلامی رہنماؤں نے اسلامی جمہوریہ کے اپنے ماڈل وضع کرنے کے بارے میں نہایت معقول انداز سے گفتگو کی ہے۔ اس پر خود ان کے ہاں مختلف آرا ہیں۔ کچھ لوگ ترکی سے جمہوری روایات اور پاکستان سے اسلامی روایات لینے کی بات کرتے ہیں۔ سعودی عرب سے کوئی بھی مالی امداد کے سوا کچھ نہیں لینا چاہتا۔ سب کہتے ہیں کہ ان کی اسلامی جمہوریہ میں دوسری پارٹیوں کو اظہار رائے کی آزادی ہوگی۔ لیکن شراب نوشی' نشہ بازی اور قحبہ گری پر سخت سزائیں دی جائیں گی۔ ازبکستان اور تاجکستان میں اسلامسٹوں اور دوسرے جمہوری گروہوں میں رابطہ بھی ہے۔ ۱۹۹۲ میں تاجکستان میں اسلامسٹوں اور جمہوری قوتوں کے تعاون سے جو مظاہرہ ہوا' وہ سماجی تحریک کے بعد کیمونسٹ حکمرانوں کے خلاف سب سے بڑا مظاہرہ تھا۔

الجیریا کی طرح یہاں بھی جتنی دیر تک تمام پارٹیوں کو سسٹم کے اندر کام کرنے کا موقع نہیں دیا جائے گا' ان کی حکومتوں کو اتنا ہی زیادہ زخم خوردہ اور بے لچک اسلام سے چیلنج کا خطرہ بڑھتا جائے گا۔

ازبک قیادت نے مذہبی تعطیلات بحال کر دی ہیں' لیکن ساتھ ہی مذہبی جماعتوں کو سیاست

میں حصہ لینے سے اور علما اور ائمہ کو انتخابات لڑنے سے منع کر دیا ہے۔ قازقستان میں حزب اختلاف کی صرف سیکولر جماعتوں کو جائز تسلیم کیا گیا ہے۔ آزادی کے بعد پہلے سیاسی قائدین مقامی اسلامی جماعت کے سات افراد تھے۔ ان پر غیر قانونی اجتماعات کرنے اور صدر کی توہین کرنے کا الزام لگایا گیا تھا۔ پورے وسط ایشیا میں پرانے کمیونسٹ یہ دلیل دیتے پھر رہے ہیں کہ سیاسی اسلام کا راستہ روکنے کے لیے انھیں اقتدار میں رہنا چاہیے۔

مغرب نے وسط ایشیا میں بھی اسلام کے بارے میں مزاحمت کا موقف اختیار کیا ہے۔ امریکی وزیر خارجہ جیمز بیکر نے اپنے دوروں میں یہی کہا کہ وہ ایران کے بجائے ترکی کی تقلید کریں۔ اپنے تین دوروں میں انھوں نے کسی ایک اسلامی رہنما سے ملاقات نہیں کی۔ کہنے کو تو امریکہ انسانی حقوق کی پاسداری کا اعلان کرتا ہے لیکن وسط ایشیا میں اس کا مطلب جمہوریت نوازی کے ساتھ ساتھ اسلام دشمنی بھی ہے۔

بش اور اب کلنٹن انتظامیہ وسط ایشیا اور الجیریا میں وہی غلطی دہرا رہی ہے جو کارٹر نے ایران میں کی تھی' یعنی اسلامسٹوں سے واقفیت حاصل کیے بغیر ہی ان کی مخالفت۔ مغرب نے سرد جنگ کے اس سب سے اہم سبق سے فائدہ نہیں اٹھایا ہے کہ کسی مخالف قوت کو ختم کرنے کے لیے مخالفت کے بجائے تعاون زیادہ موثر ثابت ہو سکتا ہے اور موجودہ صورت میں تو یہ مخالفت حقیق سے زیادہ خیالی ہے۔ الجیریا کی طرح یہاں بھی مغرب کی اپنی بہتری اسی میں ہے کہ حقیقی جمہوری فضا بحال کرنے کی حوصلہ افزائی کرے جس میں اسلامسٹ بھی کام کریں' بجائے اس کے کہ ان مطلق العنان حکومتوں کی حمایت کرے جو انھیں باہر رکھتے ہیں۔

اسلامی سرگرمیوں کے بارے میں مغرب کے اندیشے قبل از وقت محسوس ہوتے ہیں۔ ایران اور پاکستان نے یہاں سب سے پہلے تعلقات بڑھائے لیکن ان کی سرگرمیاں مناسب ہی ہیں۔ ایران کے پاس نہ اتنے وسائل ہیں اور نہ ایسا ارادہ کہ وہ اس علاقے میں بے جا مداخلت کرے۔ وسط ایشیا کے اسلامسٹ ایران کے نقش قدم پر چلنے میں کوئی فائدہ بھی نہیں دیکھتے۔

مغرب اور اسلام اپنے تعلقات میں ایک دوراہے پر پہنچ چکے ہیں۔ دس برس قبل کے ایران کے معاملہ کو نمونہ نہیں بنانا چاہیے۔ بد قسمتی سے اسلام سے سیاسی کشمکش اور مستقبل کے امکانات کے باوجود' مغرب کے پاس اس سے معاملہ کرنے کے لیے اس سے بہتر کوئی حکمت عملی نہیں جو اس نے شاہ ایران کی برطرفی کے موقع پر آیت اللہ خمینی کے ساتھ اختیار کی تھی۔

دو متبادل راستے

اسلامی اثرات میں اضافہ کے ساتھ' مغرب کے پاس دو متبادل راستے ہیں۔ اولاً یہ کہ مسلم ممالک میں حقیقی جمہوریت کے لیے دباؤ ڈالے' اور غیر جانبدار انتخابات کے جو نتائج ہوں انھیں تسلیم کرلے۔ اس صورت میں وہ نئی اسلامی حکومتوں پر' اگر وہ جمہوریت کو ترک کریں تو بغیر اسلام دشمن بنے' دباؤ ڈال سکے گا۔ آیندہ چند برس اسلام اور جمہوریت دونوں کے مستقبل کے لیے اہمیت رکھتے ہیں۔ جمہوریت مغرب میں کامیاب ہی ہے' لیکن اب عالمی چیلنج یہ ہے کہ اسلامی اور کمیونسٹ معاشروں میں بھی کامیاب ہوتی ہے یا نہیں۔ اس لمحہ' اسلام کے جمہوری اظہار کو روکنے کے بجائے آگے بڑھانا چاہیے۔

دوسرا متبادل یہ ہے کہ' ان حکومتوں کی مدد کی جائے جو ان اسلامی تحریکوں کو کچل رہی ہیں۔ ایسی پالیسی اتنی ہی طویل اور مہنگی ہوگی جتنی کمیونزم سے لڑنے کی ہوئی' اور اس سے زیادہ مشکل ہوگی۔ ایسے نظریہ کو چیلنج کرنا جس کے ساتھ ایک ناکام معاشی نظام ہو آسان ہے' لیکن صدیوں پرانے مذہب اور تمدن سے مقابلہ آسان نہیں۔ امریکا کو اس مقصد کے لیے ناخوشگوار حلیف تلاش کرتے ہوں گے۔ حافظ اسد سے قذافی تک سب کی جمہوریت دشمنی مُسلّمہ ہے۔ یہ بھی سوچنا چاہیے کہ اسلامی تحریکوں کو اقتدار میں آنے سے روکنے کی خفیہ یا کھلی پالیسی اختیار کرنے سے مغرب کے بدترین اندیشے پورے ہوں گے' یعنی مختلف اور منتشر اسلامی گروہ مغرب کے خلاف ایک متحدہ طاقت بنیں گے' اور دہشت پسند اور انتہا پسند سرگرمیوں میں اضافہ ہوگا اصل خطرہ یہ ہے کہ اس سے مغرب اور مشرق کی خلیج میں اضافہ ہوگا جو پہلے ہی خونیں ماضی رکھتے ہیں۔

احیائے اسلام آج مغرب کے لیے چیلنج ہے۔ مگر ایک غیر معمولی موقع امکانیات سے بھرپور بھی۔

حواشی

۱ - اسلامسٹوں' یعنی اسلامی تحریکات نے کبھی ایسی کسی کارروائی کے ارتکاب میں پہل نہیں کی۔ ایسی کارروائیاں یا تو سیکولر اور سوشلسٹ قوم پرستوں کی طرف سے ہوئیں' یا اسلامی تحریکات کے خلاف ایک عرصہ کے انتہا پسندانہ ریاستی جبروتشدد کے ردِعمل کے طور پر چند وابستگان کی طرف سے : مصر میں اخوان المسلمون کو بار بار غیرقانونی قرار دیا گیا' حسن البنا کو شہید کرایا گیا' اور جمال عبدالناصر کے دور میں ہزار ہا ہزار اخوانیوں کو بدترین تعذیب کا شکار بنایا گیا' اور آج بھی لگاتار' انصاف کے معمولی تقاضے بھی پورے کیے بغیر' مصر کے نوجوان پھانسی پر لٹکائے جارہے ہیں۔ انڈونیشیا میں دارالاسلام کو فوج کشی کے ذریعہ کچل دیا گیا' پاکستان میں سیّد مودودی کو

پھانسی کی سزا دی گئی' شام و عراق میں ہزاروں نوجوانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ الجیریا کی داستان مقالہ نگار خود سنا رہی ہیں۔

۲ - اسلامی تحریکات میں شروع ہی سے نظام کے اندر رہ کر نظام کو بدلنے' اور جہاں بیلٹ کی آزادی دستیاب ہو وہاں اسی کو اختیار کرنے کا رجحان غالب رہا ہے۔ حسن البنا شہیدؒ خود انتخاب میں کھڑے ہونا چاہتے تھے' جماعت اسلامی نے پاکستان بنتے ہی بیلٹ کا راستہ اختیار کیا اور مولانا مودودیؒ نے یہاں تک کہا کہ جب تک پرامن انتخاب سے تبدیلی لانے کا راستہ کھلا ہے' کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا "شرعاً جائز نہیں"۔ لیکن اکثر و بیشتر تو بیلٹ ہاتھ دیا ہی نہیں جاتا' اور دیا جاتا ہے تو اسلامسٹوں کا وہی حشر ہوتا ہے جو الجیریا' مصر' تیونس' وسط ایشیا وغیرہ میں ہو رہا ہے۔

۳ - یہ موقف شرع و عقل کی بنیاد پر اختیار کیا گیا ہے۔ جب انتہا پسندی اختیار ہی نہیں کی گئی تو مہنگی پڑنے کا کیا سوال۔

۴ - اہل مغرب نے اس بات کو سمجھنے میں ہمیشہ ٹھوکر کھائی ہے کہ اس نعرہ کا یہ مدعا کبھی نہیں رہا کہ ہر مسئلہ کا حل کتابوں میں لکھا موجود ہے۔ ایک دائرہ اسلام کے احکام و حدود کا ہے' وہ نافذ ہوں گے اور بے شمار مسائل حل کریں گے۔ ایک دائرہ ان مسائل کا ہے جن کا حل مناسب تدابیر میں ہے' مثلاً سیاسی ڈھانچہ کا مسئلہ' بیروزگاری کا مسئلہ' ٹریفک کا مسئلہ' بیماریوں کا مسئلہ' ان کا حل مسلمان' اسلام کی رہنمائی میں' اپنی عقل استعمال کرکے سوچیں گے۔ یہ ایک بالکل "کافی بات" ہے۔

۵ - اسلامی تحریکات کا ہدف سعودی عرب اور پاکستان کے نمونہ کے شرعی قوانین نہیں ہیں۔ (خ-م)

ماہنامہ ترجمان القرآن

کے سالانہ خریدار متوجہ ہوں

ترجمان القرآن کے سالانہ خریدار' جنھوں نے نقد یا بذریعہ وی پی ادائیگی کی ہے اور انھیں پرچہ نہیں مل رہا ہے' ان سے گزارش ہے کہ اپنے نام' پتے (اور دیگر ممکنہ تفصیلات) سے مطلع کریں۔ انھیں گذشتہ پرچے ارسال کیے جائیں گے اور ان شاء اللہ آئندہ باقاعدگی سے ترسیل ہو گی۔ ہم ان کے ممنون ہوں گے۔

مینجر
ترجمان القرآن
اردو بازار' لاہور ۵۴۰۰۰

افتاء و اجتہاد

حافظ ابن قیمؒ

سید مودودیؒ کے الفاظ میں : "علامہ ابن قیمؒ کی کتاب اِعلام الموقعین عن رب العالمین' فقہ اسلامی کی بہترین کتابوں میں سے ایک ہے۔ اس میں علامہ موصوف نے اسلامی قانون کے ماخذ' اس کی روح' اس کے اسرار' اس کی حکمتوں' قیاس و استنباط کے طریقوں' اور اصولِ فتویٰ پر اس خوبی سے بحث کی ہے کہ اس کی نظیر علمائے اسلام کی تصانیف میں بہت کم پائی جاتی ہے"۔

ہم اس کتاب کے مختلف ابواب وقتاً "فوقتاً" قارئین کی خدمت میں پیش کرتے رہیں گے۔ (ادارہ)

دنیا میں جن چیزوں کے حصول کی دوڑ میں لوگ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے اور رشک کرنے میں لگے رہتے ہیں' ان میں سب سے اولیٰ و اعلیٰ چیز وہ ہے جو دین و دنیا میں بندے کی سعادت کی ضامن ہو' اور اس راہ میں اس کی رہنمائی بھی کرتی ہو۔ یہ چیز کیا ہے ؟ یہ علم نافع اور عمل صالح ہے۔ جس شخص کو علم و عمل کی دولت نصیب ہو گئی وہ دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہو گیا' اور جو اس سے محروم رہا وہ بھلائی اور خیر کی ہر صورت سے محروم رہا۔ علم و عمل کی کسوٹی ہی پر نیک و بد' ظالم اور مظلوم کی پرکھ ہوتی ہے۔

چونکہ علم' عمل کا قرین اور اس کا رفیق ہے' نیز علم کا شرف معلومات کے شرف کے تابع ہے' اس لئے علوم میں علمِ توحید سب سے اشرف' اور علمِ احکام سب سے زیادہ نافع ہے۔ لیکن ان دونوں علوم سے روشنی کا حصول اسی وقت ممکن ہے جب اس روشنی کا منبع ایسی ذات ہو جس کا معصوم عن الخطا ہونا دلائل قاطعہ سے ثابت ہو' اور جس کا اتباع آسمانی کتابوں نے واجب کیا ہو۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے' جس کی زبان سے نکلا ہوا کوئی کلمہ اپنا نہیں ہوتا' بلکہ یہ اللہ کی طرف سے دی ہوئی وحی پر مبنی ہوتا ہے۔